سیاسی آزادی اور اس کے عناصر قرآن کی نقطہ نگاہ میں

محمد اسحاق عارفی[1]

خلاصہ

قرآن کریم نے آزادی انسان کو کمال انسانی تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ قرار دیا ہے، انسان کو قید و بند کی زنجیر اور غلامی سے نجات دلا کر ایک آزاد و خود مختار فرد میں تبدیل کرنا، آزادی کی تحریک میں شامل ایک بنیادی مقصد و عنصر ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں اولاً سیاسی آزادی کو مسلمانوں کے لئے رسمیت کے طور پر پیش کیا ہے، ثانیاً سیاسی آزادی کو سلطہ اور استبداد سے رہائی جانا ہے، ثالثاً سیاسی آزادی کا مقصد انسان مسلمان کا خداباوری اور معاشرے میں اس کی عدالت کو قائم کرنے کو قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا سہ نکات کی روشنی میں، مفہوم آزادی کو قرآن کریم کی رو سے تحلیل کرنے کے بعد اور سیاسی آزادی کی سہ گانہ اسلوب (فاعل/مانع/ہدف) کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مفہوم اور معنی کی طرف ہماری ذہن چلی جاتی ہے کہ سیاسی آزادی سے مراد "انسان اپنی رفتار و کردار اور خداباوری میں کسی دوسرے کی دخالت اور معاشرے میں عدالتی نظام میں کسی اور کے سلطہ میں نہیں۔" پس بنابراین اس تعریف کی روشنی میں "حق انتخاب، حق نظارت اور بیان" اور "حق تشکیل اجتماعات" کو قرآن سے سیاسی آزادی کے اقسام کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ پس یہ مقالہ آیات قرآن کریم کی روشنی میں اسی مفہوم کی تبیین کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے تاکہ اس سوال کا جواب بھی ملے کہ قرآن کریم میں سیاسی آزادی کی مفہوم کو کس حد تک بیان کیا گیا ہے؟

کلمات کلیدی: سیاسی آزادی، اسلامی حکومت، حق انتخاب، حق نظارت و بیان، حق تشکیل اجتماعات

مقدمہ

آیات قرآن کریم کی روشنی میں سیاسی آزادی کی وضاحت، اس کے عناصر اور اہداف کا جاننا ہماری ضروریات میں سے ہیں۔ بنابراین، مفہوم سیاسی آزادی کی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ اس مقالہ کو پڑھ کر قارئین کرام حداقل اس سے آشنا ہو جائے۔ نیز مفہوم سیاسی آزادی میں تین اہم پہلو (فاعل، مانع وہدف) کا ہونا ضروری ہے اس لیے یہ کوشش ہو گی کہ آیات قرآن کریم کی روشنی میں ان تینوں پہلوؤں پر بھی غور کیا جائے۔

---

[1]۔ ایم فل شعبہ قرآن وعلوم حدیث جامعہ المصطفیٰ ایران۔

تاریخ وصول: ۱۴/۱/۲۰۲۲ تاریخ تائید: ۵/۶/۲۰۲۲

اس مقالہ کی بنیادی مقصد اس بات کی جانکاری حاصل کرنا ہے کہ قرآن کریم نے سیاسی آزادی انسان کو معاشرے اور دولت اسلامی میں رسمیت دی ہے. بنابراین اس مقالہ میں یہ بھی ممکن ہے کہ سیاسی آزادی کی اقسام کو مورد بحث قرار دے پھر جاکر ایک مناسب نتیجہ گیری کرے. اور خواننده کو اس سوال کا جواب بھی ملے کہ آیا قرآن کریم میں سیاسی آزادی بیان ہوئی ہے یا نہیں؟ سیاسی آزادی کی بنیادی پہلو قران کریم کی نقطہ نظر میں کیا ہے؟ اور سیاسی آزادی کے مہمترین اقسام قران کریم کی نگاہ میں کونسے ہیں؟

مفہوم وروش

اس میں کوئی شک نہیں کہ، ہر چیز کو قرآن نے احسن طریقے سے بیان کیا ہے. اس طرح سیاسی آزادی کی وضاحت بھی قرآن کریم میں نے کی ہے. قرآن نے ایک طرف سیاسی آزادی کی وضاحت کی ہے تو دوسری طرف مناسب اور صحیح راستے کی نشاندہی بھی کی ہے تاکہ اس پر چل کر مفہوم سیاسی آزادی کو جان سکیں.

سیاسی آزادی کا مفہوم

اس دور میں سیاسی آزادی کو ایک مفہوم مدرن کی مانند پیش کیا جاتا ہے، ایک خاص پہلو کہ جس میں افراد اور دولت کے درمیان موجود رابطے اور تعلقات کو " منفی "آزادی سے تعبیر کیا گیا ہے. اس تعریف کی رو سے ، منفی آزادی اس مہم سوال کے جواب میں مطرح ہوتی ہے کہ : کونسے اور کہاں ہے وہ عوامل کہ جس کی حدود میں، ایک فرد – یا افراد کا مجموعہ – عملاً آزاد ہیں (یا حتماً آزاد رہنا چاہتا ہے) تا دوسرے افراد کے دخالت کے اپنی زندگی گزاریں اور عمل کریں اور جیسا چاہتا ہے ویسا ہی ہو جائے. (آیزیا برلین، ۱۳۶۸: ۲۳۶) اس تعریف میں معنا [منفی] سے مراد دوسروں کی مداخلت سے محفوظ رہنا ہے. (آیزیا برلین، ۱۳۶۸: ۲۴۴) . اس طرح کی باتیں اگرچہ متون اور ادبیات سیاسی می نئ اور توجہ طلب ہے لیکن میرے خیال میں اس قسم کی تعریف جامع نہیں ہے. چون اس تعریف میں سیاسی آزادی کو فرد کی زندگی میں دولت کی مداخلت نہ کرنا، قرار دی ہے لھذا اس تعریف میں فقط دو عنصر ہے جبکہ پہلے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آزادی میں کے تین عنصر شامل ہے.

سیاسی آزادی مانند خود اصل آزادی مفہوم عمومی رکھتے ہیں. جو کہ تین اہم عنصر پر مشتمل ہے " فاعل، مانع " و "اہداف ". (G.C.Mac.Callum, ۱۹۶۷: ۷۶) فاعل سے مراد " فرد " اور مانع سے مراد " دولت " اور ہدف سے مراد " انجام یک عمل یا " حق " ہیں. بنابراین اس تعریف کی روشنی میں، سیاسی آزادی سے مراد فرد کے ایک کام کو انجام دینے یا ایک حق کی حصول میں دولت کی مداخلت سے رہایی کا نام ہے.

روش

قرآن کریم کی نگاہ میں سیاسی آزادی کی عناصر کو استخراج کرنا، کلام خدا کی صحیح معنوں میں سمجھنے اور اس کی فہم میں ہے. اور یہ فہم مختلف طریقوں سے حاصل کی جاتی ہیں، ان طریقوں میں سے ایک طریقہ تفسیر اجتہادی ہے.

تفسیر اجتہادی تفسیر کی وہ قسم ہے جو قواعد اجتہاد پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ممکن ہے. اجتہاد کی ابتداء فہم وفراست اور اس کی انتہا استنباط یعنی درست نتیجہ گیری میں ہے. اجتہاد فقہا کی نگاہ میں نہایت سعی اور کوشش سے احکام شرعی کو اخذ کرنے کے معنی میں ہے. (محقق حلی، ۱۴۰۳: ۱۷۹) بنابراین، اجتہاد فقہ کو سمجھنے کی ایک راہ اور روش کا نام ہے، جس کے زریعے احکام شرعی کو حاصل کرتے ہیں. یہ فہم وفراست بہت سارے فکری تلاش اور سعی سے ھاتھ آتے ہیں. (محمد کاظم خراسانی، ۱۴۱۲: ۴۶۳)

بنابراین، یہاں یہ بھی کوشش ہوگی کہ آیات قرآنی کی دلیل اجتہادی کے زریعے سیاسی آزادی کے عناصر اور مقاصد کا استخراج کیا جائے.

قرآن کریم کی نگاہ میں سیاسی آزادی کے عناصر

گذشتہ بیانات کی روشنی میں سیاسی آزادی کے عناصر کو بنیادی طور پر جداگانہ بحث کرنے کی کوشش کی جارہی ہے. تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن کی نگاہ میں سیاسی آزادی کے فاعل، مانع اور ہدف کی جانچ پڑتال ہو:

فاعل آزادی سیاسی

آیات قرآن کریم کی روسے، سیاسی آزادی کی پہلی عنصر کو مختلف اوصاف کے ساتھ انسان با مختار، انتخابگر اور خلیفہ اللہ قرار دے سکتا ہے. بلکہ کچھ یوں کہنا مناسب ہے کہ، قرآن کریم نے انسان کو مختلف قسم کے اوصاف کے مالک ہونے کی وجہ سے سیاسی آزادی کا فاعل قرار دیا ہے. قرآن کی نگاہ میں انسان ایک موجود خود مختار خلق ہوا ہے، انسان یہاں تک کہ اچھائی اور برائی کی پہچان میں بھی آزاد فطرت کے مالک ہیں. اور اس فطری شناخت کی روشنی میں انسان درست راہ اور راستے کو انتخاب کرتے ہیں. اور یہ انتخاب فردی اور اجتماعی ہر دو صورتوں میں ممکن ہے، بنابراین قرآن ان دو صورتوں میں انسان کو مورد توجہ قرار دیا ہے، اور ہر دو صورتوں میں انسان کی صفات کو الگ سے بیان نہیں کیا ہے. پس انسان ہر دو صورت میں فاعل مختار ہے.

قرآن کریم میں ایک طرف، سورج، چاند، دن اور رات، آسمان اور زمین کو انسان کی جان کی قسمیں کھائی ہیں: "فألهمها فجورها وتقويها (شمس/۸)

تو دوسری طرف، مختلف صفات کے حامل ہونے کی وجہ سے اسے موجود انتخاب گر معرفی کیا ہے:" انّا هديناه السبيل إمّا شاكراً وإمّا كفوراً (انسان/۳)

اور انہی ذاتی اور تکوینی صفات کی سبب، قرآن کریم نے انسان کو خلیفہ اللہ بھی قرار دیا ہے: "واذ قال ربك للملائكة انّى جاعل فى الارض خليفة قالوا أ تجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انّى أعلم ما لا تعلمون؛ (بقرہ/۳۰)

قرآن کریم کی نگاہ میں، انسان خلیفہ اللہ ہونے کی وجہ سے روی زمین میں ایسی صفات کے مالک ہیں کہ دیگر موجودات طبیعی کو انسان کے لیے مسخر قرار دیا ہے:

" الله الذى سخر لكم ما فى السموات وما فى الارض جميعا منه، ان فى ذلك لايات لقوم يتفكرون؛ (جاثیہ/۱۳)

لیکن اتنی صلاحیت اور صفات کے مالک انسان کو مسئول پذیر کے طور پر بھی پیش کیا ہے:

"ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا (اسراء/۳۶) پس بنابراین، انسان اگرچہ سیاسی آزادی رکھتا ہے پھر بھی آیات کی روشنی میں وہ سیاسی اجتماعی میں اپنے تمام رفتار اور گفتار کے بارے میں مسئول ہیں. پس انسان اپنی مقصد اور ھدف کو نہیں بھولنا چاہیے اور اسی کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا ہے: "افحسبتم انما خلقناكم عبثا" (مومنون/۱۱۵)

سیاسی آزادی کی راہ میں موجود رکاوٹیں

آیات قرآن کریم کی رو سے ان رکاوٹوں کو دو طرح سے بیرونی و درونی میں تقسیم کر سکتے ہیں. سیاسی آزادی کے بیرونی رکاوٹوں میں سے مہمترین رکاوٹ، "ارباب، مستکبران" اور "طاغوت" ہیں. اگر اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ، انسان کی سیاسی آزادی کی راہ میں موجود رکاوٹ، ایسے افراد ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں کا "ارباب" جانتے ہیں، اور دوسروں پر "طاغوت" کی شکل میں مسلط ہیں. اسی لیے، قرآن کریم نے اسے غیر شرعی اور غیر عقلی قرار دیا ہے، اور اھل کتاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الاّ نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فإن تولوّا فقولوا ا شهدوا بانّا مسلمون "(آل عمران/۶۴)

اس آیت کی بنا پر کوئی بھی انسان دوسرے پر حاکم اور مسلط نہیں ہو سکتا ہے، یہ مسئلہ اتنی اھمیت کے حامل ہے کہ اسے توحید کی دعوت کے ساتھ بیان کیا ہے اور دوسروں کو ارباب کے طور پر قبول کرنے کو شرک کے زمرے میں قرار دیا ہے. بعض آیات قرآن کریم میں اسے، "استکبار" کی تعبیر سے یاد کیا ہے. اور قرآن کی نگاہ میں انسان کی سیاسی اور اجتماعی آزادی کی راہ میں حائل ایک اور اہم رکاوٹ ایسے مستکبران ہیں جو مختلف پہلوؤں سے انسان پر مسلط ہیں. :

"ثم ارسلنا موسی و اخاه هارون بایاتنا و سلطان مبین. الی فرعون وملائه فاستکبروا و کانوا قوما عالین "(مومنون/۴۵-۴۶)

ایک اور آیت میں اسے طاغوت کے نام سے یاد کیا ہے:"ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً ان اعبدوا ا لله واجتنبواالطاغوت "(نحل/۳۶) اس آیت میں کلمہ طاغوت کی استعمال کو خدا کے مقابلے میں اور طاغوت کی حکومت کو خدا کی حاکمیت کے مقابلے میں قرار دیا ہے. پس اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن نے طاغوت اور حاکمیت طاغوت کو نامشروع قرار دیتے ہوئے اسے خدا کی عبودیت کے مقابلے میں ایک رکاوٹ کے طور پر پیش کیا ہے.

سیاسی آزادی کے اندرونی رکاوٹوں میں سے مہمترین رکاوٹ اس کے افکار اور سوچ ہے. اور قرآن نس اسے تبدیلی کی پہلی سیڑھی قرار دیا ہے:"ان الله لایغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسهم؛ خداوند "(رعد/۱۱)

پس اس آیت کی تفسیر کی روشنی میں انسان جب تک اپنے درون، فکر اور ارادہ میں تبدیلی نہ لائے اس کے بیرونی زندگی میں تبدیلی آنا ممکن نہیں ہے. پس بیرونی جارحیت اور طاغوت کی پذیرائی دراصل اس کی اندرونی اخلال گری کا نتیجہ ہے.

سیاسی آزادی کا مقصد اور ہدف

آیات قرآن کریم کی ضمن میں سیاسی آزادی کی تیسرا عنصر "ہدف" ہے، جو کہ تین سطح پر قابل بررسی ہے. سطح کلان، سیاسی آزادی کی اھداف میں سے مہمترین ہدف توحید و خدا باوری کو قرار دیا ہے. جیسا کہ گذشتہ دو آیات (۶۴/آل عمران و۳۶/نحل) میں بیان ھوا ھے، توحید اور خدا باوری، کالازمہ یہ ہے کہ ہر قسم کی سلطہ اور ارباب کو کنار پھینکا جائے اور ہر قسم کی طاغوتی عنصر سے پرہیز کریں. جب تک کسی معاشرے میں ارباب اور طاغوت موجود رہے اس وقت تک وہاں یکتاپرستی اور یکتا باوری ممکن نہیں.

سطح میانی و متوسط، عدالت اور عدالتی نظام کی تحقق کو بھی مہمترین اہداف اور تیسرا عنصر میں شامل کیا ہے. تحقق عدالت قرآن کریم کی نظر میں، مہمترین اھداف میں سے ہے جو کہ کسی معاشرے میں تحقق پاتی ہے:

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط "(بقره/۱۲۴)

اس آیت میں اس مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ ہر معاشرے کہ جس میں خدا کی طرف سے رسول آئے ہیں اور رسول کو قبول کیا ہے، وہ معاشرہ توحیدی معاشرہ کی شکل میں ابھرا ہے. اور جس کے نتیجے میں انسان وہاں پر عدالت کو قائم کر سکتے ہیں. بنابراین، قرآن کی نظر میں ارباب وطاغوت سے انسان کی رہائی، عدالت کی تحقیق کا مقدمہ ہے.

رعایت عدالت کی اس قدر اہمیت بیان ہوئی ہے کہ یہودیوں کے درمیان پیامبر (ص) کو داور اور قاضی قرار دیا ہے:

" فان جاءوك فاحكم بينهم او اعرض عنهم وان تعرض عنهم فلن يضروك شيئا و ان حكمت فاحكم بينهم بالقسط ان الله يحب المقسطين " (مائدہ/۴۲)

"انّ الله يأمركم أن تؤدوا الامانات الى اهلها و اذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل "(نساء/۵۸)

پس ان آیات میں یہ ملاحظہ ہوا کہ، خداوند عالم نے اپنے نبی کریم کو بھی عدالت کا حکم دیا ہے. پس یہ عدالت سب کے لئے یکسان ہو اور اس میں کسی بھی قسم کے ناعادلانہ پہلو نہ ہو.

قرآن کریم کی نگاہ میں سیاسی آزادی کے اقسام

اس مطلب کی طرف پہلے بھی اشارہ ہوا کہ تیسری عنصر یعنی (ہدف) کے بحث میں سیاسی آزادی کے مفہوم کی تحلیل کے ساتھ ساتھ اس کے اقسام اور مصادیق کو توضیح دیا جاسکتا ہے. انسان کی سیاسی زندگی میں بنیادی حق کی تین قسمیں بیان ہوئی ہے. "انتخاب کا حق، نظارت وبیان کا حق" اور " تشکیل اجتماعات کا حق" . پس آنے والے ابحاث میں آیات قرآن مجید کی روشنی میں ان تین حقوق پر مختصر گفتگو کرتے ہوئے سیاسی آزادی کے اقسام کی وضاحت کریں گے.

انتخاب کا حق

انتخاب کا حق ایک اہم حقوق میں سے ہے، سیاسی آزادی میں اس کی اہمیت اس قدر ہے کہ اسے "آزادی انتخاب" یا "آزادی رای" تعبیر کیا جاتا ہے. انسان کی سیاسی زندگی میں یہ حق دو مختلف سطح کے ہوتے ہیں. "تاسیس" نظام سیاسی اور انتخاب حاکم و" تصمیم گیری". آیئے قرآن کی روشنی میں ان دونوں سطوح کی مختصر وضاحت کریں گے.

الف: سیاسی نظام کی تاسیس کا سطح

اس سطح میں، آیات قرآن کریم کثرت سے ملتا ہے، اور ان آیات کو تین گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

گروہ اول: وہ آیات جس میں مبانی واصول حکومت کی تبیین ہوئی ہیں.

ان آیات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اور حاکمیت دراصل امرِ الٰہی ہے، اسی لئے یہ، خداوند نے حق حاکمیت کو اپنے بندوں کے لئے واگذار کیا ہے. بہ عنوان نمونہ چند آیات کو مختصراً بیان کریں گے :"هوالذی جعلکم خلائف فی الارض فمن کفرفعلیه کفره ولا یزید الکافرین کفرهم عند ربهم الا مقتاً "(فاطر/۳۹)

اس آیت میں انسان کو روی زمین پر خلیفہ اللہ قرار دیا ہے اور اس انسان کا بطور خلیفہ حق حاکمیت سے مالامال ہو. ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے :

"و هوالذی جعلکم خلائف فی الارض و رفع بعضکم فوق بعضکم درجات لیبلوکم فیما آتاکم انّ ربك سریع العقاب. "(انعام/۱۶۵) اور ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ اس انسان کی تخلیق اور خلیفہ قرار دینے پر گفتگو کی ہے :" واذ قال ربك للملائکه انی جاعل فی الارض خلیفه قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی اعلم ما لا تعلمون "(بقره/۳۰)

شہید صدر رح اس قسم کی آیات کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ :

" یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اس بات کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ حکومت کا حق صرف خدا کی ذات کو ہے، لیکن خدا نے اس حاکمیت اور ارادے کی حق کو اپنے بندوں کو منتقل کیا ہے؛ بنابراین انسان کی حکومت بنابر خلافت ہے اور اسی کی طرف سے ہی انسان کو طبیعت میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے. " (سید محمد باقر صدر، ۱۴۰۳: ۱۳۴)

بنابراین، آیات کی یہ قسم حق حاکمیت انسان کو اللہ تعالیٰ کی نائب قرار دیتے ہوئے سیاسی نظام کی تشکیل کا حق انسان کے سپرد کرتی ہیں.

گروہ دوم : وہ آیات جس میں خود حکومت کی ماہیت بیان ہوئی ہے.

قرآن مجید میں بہت ساری آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود حکومت کی ماہیت اور سرشت پر بات کی ہے. اور ان آیات میں ماہیت اور سرشت حکومت کو "امانت الٰہی "کے طور پر پیش کیا ہے : "انّا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فأبین ان یحملنها و اشفقن منها و حملها الانسان انّه کان ظلوماً جهولاً "(احزاب/۷۳)

اس آیت میں انسان کو بطور کلی امانت دار خود قرار دیا ہے. بعض روایات میں امانت کو ولایت اوت حکومت کے ساتھ تعبیر کیا ہے. مثلاً امام رضا علیہ السلام سے اسی امانت کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا "الامانة الولایة من ادعاها بغیر حق کفر؛ امانت وہی ولایت ہے، اگر کوئی ناحق اسے اپنے حق ہونے کی ادعا کرے تو گویا اس نے کفر اختیار کیا ہے " (عبد علی بن جمعہ حویزی، ۱۳۰۷، ج ۴ : ۳۰۹)

ایک اور مقام پر، خداوند اس امانت کو شائستہ ترین افراد کے لئے واگذاری کا حکم دیا ہے:

"انّ الله یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل "(نساء/۵۸)

اس آیت میں جہاں انسان کو امانت دار قرار دیا ہے وہاں اس امانت کو اس کے مستحق صاحبان کے سپرد کرنے کا بھی حکم ہوا ہے. آیت کی ذیل میں بحث قضاوت، داوری اور حکمران کی اساس عدالت کو قرار دیا ہے، پس صدر آیت میں کلمہ امانت کو اسی معنی میں استعمال کیا جاسکتا ہے."یا ایها الذین آمنوا اطیعواالله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم "(نساء/۵۹)

اس آیت میں پیامبر (ص) اور اولی الامر کو صاحبان امانت اور شایستہ ترین افراد قرار دیا ہے. ایک اور آیت میں کلمہ "ولایت "کا بھی تذکرہ کیا ہے:

"انّما ولیّکم الله و رسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وهم راکعون"(مائدہ/۵۵)

شہید مطہری اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں بیان کیا ہے:

"قرآن کریم نے کسی بھی اجتماع کے حاکم و سرپرست کو اس اجتماع کے "امین "اور نگہبان کے طور پر پیش کیا ہے. ائمہ دین بالخصوص امیر المؤمنین علی (ع) کی شخصیت کاخلاصہ عیناً وہی ہے جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے". (مرتضی مطہری، ۱۳٦٦: ۲۳۳)

بنابراین، گروہ دوم انسان کو امانت دار معرفی کررہی ہیں. اور اس کا نتیجہ حق انتخاب کو رسمی قرار دینا اور اسے شائستہ افراد کے لئے واگذار کرنا ہے.

گروہ سوم: وہ آیات جس میں حکومت کی تحقق اور تشکیل کی طرف اشارہ کیا ہے.

جہاں تک قرآن کی نظر میں حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہاتھوں میں ایک امانت ہے. وہاں مناسب اور شائستہ حکومت کی تشکیل اور تحقق کی طرف بھی توجہ دی ہے. جسے قرآن کریم نے "بیعت" سے تعبیر کیا ہے. اور بیعت مهم ترین اجزاء میں سے ہے:

"لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجره فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم وأثابهم فتحاً قریباً ".(فتح/۱۸)

اس آیت میں بیعت "رضوان" کی طرف اشارہ ہوا ہے، اور خدا کی رضایت و خشنودی کو مطرح کیا ہے. پس خدا کی بیعت پر موجود رضایت و خشنودی اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے. "انّ الذین یبایعونك انّما یبایعون الله، ید الله فوق ایدیهم فمن نکث فإنما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما عاهد علیه الله فسیؤتیه اجراً عظیماً "(فتح/۱۰)

اس آیت میں ضرورت رعایت بیعت اور بیعت سے تخلف کی عدم جواز پر تاکید کی گئی ہے. پیامبر (ص) کی بیعت کو خدا کے ساتھ بیعت قرار دیا ہے جو کہ صراحتاً اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے.

بنابراین ان تینوں آیات کی گروہ سے مختصراً یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں زمین پر انسانی حکومت کا مبنی "خلافت الہی" تھی، اور یہ حکومت ان پاس ایک "امانت الہی" تھی اور اس امانت کو ایماندار، شائستہ اور اس کے لائق افراد تک بیعت کے ذریعے پہنچانا ہے.

ب: تصمیم گیری کی سطح

تصمیم گیری اور قانون گذاری ایک حکومت کی تشکیل کے بعد مھم ترین فعالیت میں شمار کو بھی ہوتا ہے. قرآن کریم نے حکومت کی تاسیس میں لوگوں کے انتخاب کی حق کو رسمی قرار دیتے ہوئے اس کی قانون گذاری اور تصمیم گیری کو بھی "شورای اور مشورت" کے عنوان سے قبول کیا ہے.

قرآن کریم کی دو آیات صراحتاً اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں. شورای کی طرف رجوع کرنے کو ایک فرھنگ عمومی قرار دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دی ہے:"... والذین استجابوا لربهم واقاموا الصلوة وامرهم شوری بینهم و ممّا رزقناهم ینفقون "(شوری/۳۸)

"فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوامن حولك فأعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم فی الامرفإذا عزمت فتوكل على الله انّ الله يحب المتوكلين ". (آل عمران/۱۵۹)

پس آن آیات میں حاکم اسلامی کی شورای کی طرف رجوع کرنے کو تصمیم گیری کے لئے لازم قرار دیا ہے.

ایک اور آیت میں اسے ایک روش اور سنت ھمیشگی ملکہ سبا قرار دیا ہے:

"قالت یا ایّها الملؤا افتونی فی امری ماکنت قاطعة امراً حتی تشهدون". (نمل/۳۲)

بنابراین ان دو سطوح میں یہ فرق واضح اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ عموم افراد کی زندگی میں، کسی سے مشورت لینا اور کسی کو مشورت دینا ایک ایسا فرھنگ ہے جسے قرآن مجید ہم سے چاہتا ہے. اور سیاسی زندگی میں تصمیم گیری کے لئے لوگوں کا حاکم اسلامی کی طرف مراجعہ کرنا ایک ضروری اور انتہائی اہمیت کے حامل ہیں.

پس مذکورہ بالا دونوں سطوح، سطح تأسیس نظام سیاسی اور سطح تصمیم گیری، کے بارے میں موجود آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید حق انتخاب اور اظہار رائے مردمی کو رسمی قرار دیا ہے.

نظارت اور بیان کا حق

قرآن کریم نے حق نظارت کو "امر بہ معروف و نہی از منکر" اور حق بیان کو "حقیقت یابی" و "دادخواہی" سے یاد کیا ہے.

حق نظارت در قرآن کریم

قرآن کریم میں لوگوں کی مکمل نظارت کو امر بہ معروف و نہی از منکر کے طور پر پیش کیا ہے. بہت ساری آیات میں اس کے ترغیب کے ساتھ، ان کے نتائج اور عواقب کے بارے میں بھی اشارہ ملتا ہے. مندرجہ ذیل آیت میں لقمان حکیم اپنے بیٹے کو اس چیز کی طرف ہدایت دے رہا ہے:

"یابنیّ اقم الصلوة و أمربالمعروف و انه عن المنکر و اصبر علی ما اصابك انّ ذلك من عظم الامور. "(لقمان/١٧)

قرآن کریم کی نگاہ میں نظارت مؤمنان کی اس قدر اہمیت بیان ہوئی ہے کہ امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہو کرامت برتر کے طور پر معرفی ہوئی ہے:

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر وتومنون بالله "(آل عمران/١١٠)

اور چند آیات میں تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے اسے تمام افراد پر واجب قرار دیا ہے:

"ولتکن منکم امّة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و اولئك هم المفلحون "(آل عمران/١٠٤)

اور بهی آیات اس ضمن میں نازل ہوئی ہیں مانند، حج/٤١، ہود/١١٦، مائدہ/٧٨-٧٩)

مذکورہ بالا آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولا امر بہ معروف و نہی از منکر کی اهمیت اور مقام بہت بڑا ہے، اور اس پر عمل درآمد اس وقت صحیح ہے کہ جب فساد و تباہی کا موجب نہ بنے. پس ان آیات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید نے نظارت کی حق کو بھی رسمیت کے طور پر پیش کیا ہے. ثانیاً: امر بہ معروف و نہی از منکر کا وظیفہ اور واجب ہونا نظارت کے ساتھ منافات بھی نہیں رکھتا، بعبارت دیگر، امر بہ معروف و نہی از منکر ایک شرعی وظیفہ ہے کہ جس کا نتیجہ خدا کی طرف سے رسمیت شناختن حق نظارت ہے.

قرآن کی نگاہ میں حق بیان حقایق اور ظلم و ستم

بعض آیات قرآن کریم میں حق بیان کو حقیقت یابی کی ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کی تأکید کی ہے:

"فبشّرعبادی* الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئك الذین هداهم الله و اولئك هم اولواالالباب "(زمر/١٧-١٨)

اس آیت میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ کسی بھی قسم کی باتیں سننے کے بعد ان میں سے بهتریں کو انتخاب کیا جائے.

ایک اور آیت میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے: "ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن". (نحل/١٢٥)

اس آیت میں پیامبر (ص) کو گفتگو کے تین طرح کی روش کے بارے میں گفتگو فرمایا ہے: حکمت، موعظہ اور اچھی جدل. اور بھی بہت ساری آیات اس ضمن میں ملتی ہے. (توبہ/٦، نساء/١٤٨، شعراء/٢٢٧)

مذکورہ آیات سے یہ کلی نتیجہ ملتا ہے کہ قرآن کریم کی نگاہ میں معاشرے میں موجود افراد کو یہ حق حاصل ہے کہ حقیقت کو کشف اور ظلم و ستم سے پردہ اٹھانے کے لیے سیاسی آزادی میں داد خواہی ہوتی ہے. پس سیاسی آزادی کی اس قسم کو بھی قرآن کی آیات کی روشنی میں قابل قبول ہے.

اجتماعات کی تشکیل کا حق

انسان کی ایک اور بنیادی حقوق میں سے ایک حق، حق تشکیل اجتماعات، انجمنیں اور گروہی فعالیت ہے. اس حق کو تسلیم کرنا سیاسی آزادی کے دوسرے مصادیق کو بھی تسلیم کرنے کے معنی میں ہے جسے آزادی احزاب سے تعبیر کیا ہے. مقالہ کی اس حصے میں قرآن کریم کی نگاہ میں اس حق کے اور اس کے نتیجے کے بارے میں بررسی کریں گے.

قرآن کریم میں یہ کلمہ جس معنی میں استعمال ہوا ہے وہ آج کل کی اصطلاح کے ساتھ فرق رکھتا ہے. آجکل حزب یعنی ایک سیاسی جماعت، جبکہ قرآن کی جن آیات میں یہ کلمہ آیا ہے، ان کی دو قسمیں ہیں.

اول: وہ آیات جن میں کلمہ حزب کو گروہ ایمانی کے معنی میں لیا ہے اور اس کی مدح سرائی کی گئی ہے اور اسے "حزب اللہ" سے تعبیر کیا ہے. برای مثال: "لاتجد قوماً یؤمنون بالله والیوم الاخر یوادّون من حادّ الله و رسوله ولو کانوا ءآباءهم اوابناءهم اواخوانهم او عشیرتهم... اولئك حزب الله ألا حزب الله هم المفلحون "(مجادله/٢٢)

آیات کی روشنی میں حزب اللہ وہ لوگ ہیں جو. اولاً: خدا اور معاد پر ایمان رکھتے ہیں، ثانیاً: رشتہ داروں اور اقوام کے ساتھ دوستی اور شخصی منفعت اس ایمان کو خراب نہیں ہونے دیتی.

"انّما ولیّکم الله و رسـ وله والذین ءامنوا الذین یقیمون الصلوة و یؤتون الزکوة و هم راکعون*و من یتولّ الله و رسوله والذین ءامنوا فأنّ حزب الله هم الغالبون "(مائده/٥٥-٥٦)

اس آیت میں حزب اور گروہ کی تشکیل کے لیے ایک اور نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ شاخص "ولایت پذیری" ہے.

پس آیات کی پہلی قسم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے، ایمان، ولایت الہی اور شخصی و گروہی منافع میں اسے مقدم رکھنا.

دوم: وہ آیات جن میں کلمہ حزب کو گروہ شیطانی کے معنی میں لیا ہے اور اس کی مذمت کی گئی ہے اور اسے "حزب شیطان " سے تعبیر کیا ہے. برای مثال: "استحوذ عليهم الشيطان فأنساهم ذكرالله اولئك حزب الشيطان ألا حزب الشيطان هم الخاسرون " (مجادلہ/۱۹)

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ تشکل اور حزب جس میں یاد خدا نہ ہو اور خدا سے غافل کرے، وہ شیطان کی گروہ ہے.

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے: "انّ الشيط ان لكم عدوّ فأتخذوه عدوّاً انّما يدعوا حزبه ليكونوا من اصحاب السعير " (فاطر/٦) کچھ آیات میں "جو لوگ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں" انہیں بھی کلمہ احزاب استعمال کیا ہے: (مریم/۳۶-۳۷، مؤمنون/۵۳-۵۴-۵۵، زخرف/۶۵)

بنابراین تمام آیات قرآن کریم سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگرچہ حزب کے ماڈرن معنی اور مفہوم قرآن میں نہیں آیا لیکن آیات کا مفہوم اور منطوق سے ہم گروہ مطلوب اور نامطلوب خدا اور ان کی صفات کو ثابت کر سکتے ہیں. پس قرآن کریم کسی بھی گروہ یا حزب کے ملاک اور معیار کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے.

جمع بندی

جو کچھ ہم نے بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام پہلوؤں پر خواہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی، اجتماعی ہو یا فردی، بحث کی گئی ہے. قرآن سے سیاسی آزادی اور اس کے تینوں پہلوؤں (فاعل، مانع اور ہدف) اور اس کے عناصر کہ جو خود انسان سے مربوط ہے یعنی مختار، عاقل اور انتخاب گر (فاعل)، ارباب اور طاغوت (مانع) اور خدا باوری، عدالت اور سیاسی حقوق سے برخورداری (ہدف) کو آیات کی روشنی میں واضح طور پر بیان کیا جاسکتا ہے.

آیات کی بررسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن تین حقوق (انتخاب، نظارت و بیان اور تشکیل اجتماعات) کی معیار کو دیکھ کر اسے رسمیت کے طور پر پیش کیا ہے.

منابع :

۱. قرآن کریم

۲. برلین، آیزیا، (۱۳۶۸) چهار مقاله در باره آزادی، ترجمه محمد علی موحد، تهران، انتشارات خوارزمی.

۳. حلی، محقق، (۱۴۰۳) معارج الاصول، اعداد محمد حسین رضوی، قم: آل البیت.

۴. حویزی، عبد علی بن جمعه، (۱۳۷۰)، تفسیر نور الثقلین، قم: اسماعیلیان، ج ۴.

۵. خراسانی، محمد کاظم، (۱۴۱۲) کفایة الاصول، بیروت، مؤسسه آل البیت لاحیاء التراث.

۶. صدر، سید محمد باقر، (۱۴۱۷) بحوث فی علم الاصول، قم: مرکز الغدیر للدراسات الاسلامیه.

۷. صدر، سید محمد باقر، (۱۴۰۳) الاسلام یقود الحیاة، تهران: وزارة الارشاد الاسلامی.

۸. عالم، عبدالرحمٰن، (۱۳۷۳) بنیادهای علم سیاست، تهران: نشر نی.

۹. مطهری، مرتضی، (۱۳۶۶) امامت و رهبری، تهران: انتشارات صدرا.

۱۰. موسوی خوئی، ابوالقاسم، (۱۴۲۲) مصباح الاصول، قم: مکتبه الداوری.

۱۱. نائینی، محمد حسین، (۱۳۷۸) تنبیه الامه و تنزیه المله، با مقدمه و پاورقی سید محمود طالقانی، تهران: شرکت سهامی انتشار، چاپ نهم.

۱۲. نائینی، محمد حسین (۱۴۰۹)، فوائد الاصول، قم: مؤسسه نشر اسلامی.

۱۳. Mac .Callum ,G.C.(۱۹۶۷),Negative and Positive Freedom,in Philosophical Review,vol,۷۶